جہاد

انوار عباس انوار، الہ آباد

موجودہ دور میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کے سلسلے میں غلط فہمیوں کی تبلیغ واشاعت کا بازار گرم ہے اور جگہ جگہ اسلامی موضوعات پر لچھے دار گفتگو کا لا متناہی سلسلہ جاری ہے اوران مباحث سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس بحث میں شریک ہونے کے لئے اسلامی علوم ومعارف سے آگاہی کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہے جبکہ ان مباحث کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ۔ اگر بات صرف اسلام سے عداوت رکھنے والوں تک محدود ہوتی تو کوئی بات نہ تھی لیکن حقیقی صورتحال یہ ہے کہ ہماری نئی نسل سے وابستہ بعض افراد کو بھی جہاد وشہادت جیسے اسلامی شعائر کی عظمت وفضیلت کا صحیح مفہوم واندازہ نہیں رہ گیا ہے۔ ایسے ماحول میں اسلامی علوم کے ماہرین علماء، شعراء اور دانشوروں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ الٰہی احکام واقدار کے سایہ میں انسانی زندگی کو عظمت وسربلندی عطا کرنے کے لئے کی جانے والی ہر بامقصد جدوجہد درحقیقت جہاد کا درجہ رکھتی ہے اور اس راہ میں موت سے ہم آغوش ہوجانا ہی شہادت ہے۔

''جہاد'' عنوان کے تحت لکھا گیا یہ مرثیہ شمالی ہندوستان کے علم دوست وادب پرور شہر الہ آباد کے نوجوان شاعر انوار عباس انوار کی ادبی تخلیق ہے جس کی کامیابی وناکامی کا فیصلہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے البتہ تیور یہ بتا رہے ہیں کہ ان کی یہ علمی وادبی کوشش بہرحال رنگ لائے گی ۔ جہاد کے علاوہ آواز، چندہ، صغیر، زہرا، شام غریباں، فاتح کوفہ اور حجت حق نامی موضوعات پر لکھے گئے مراثی عصر حاضر کے دیگر ادبی شاہکاروں سے کم نہیں ہیں۔ اس مرثیہ جہاد کا نصف اول حصہ گذشتہ شمارہ میں شائع ہوچکا ہے اور نصف دوم حاضر خدمت ہے۔"ادارہ"

اللہ کے سنبھلے ہوئے سجدے ہیں اور حسینؑ
سہمے ہوئے ڈرے ہوئے بچے ہیں اور حسینؑ
اطفال تشنہ کام کے کوزے ہیں اور حسینؑ
اہل حرم کے دھوپ میں خیمے ہیں اور حسینؑ
سیدانیوں کے سر کی رداؤں کے دھیان میں
تنہا ہیں انحصار یقیں وگمان میں

قاسم بھی اب نہیں علی اکبر بھی اب نہیں
عباس سا جری و بہادر بھی اب نہیں
ہاں نونہال زینب مضطر بھی اب نہیں
ننھا سا وہ علی ، علی اصغر بھی اب نہیں

اب ہم نفس نہیں ہے کوئی دور دور تک
مقتل سے تیر آنے لگے ہیں حضور تک

خیمے کے در پہ آئے شہنشاہ مشرقین
آواز دی کہ یک و تنہا ہے اب حسین
باقی ہے کوئی قوت بازو نہ نور عین
کیسے مجھے سکوں ملے، کس طرح آئے چین

مجھ پر جو جاں چھڑکتے تھے اپنی ، گذر گئے
اے بی بیو! یہ جان لو اب ہم بھی مرگئے

زینب ! جہاںمیں کوئی ہمارا نہیں رہا
دل کا سکون ، آنکھوں کا تارا نہیں رہا
اب زندگی سے کچھ مجھے یارا نہیں رہا
جز اک خدا کسی کا سہارا نہیں رہا

راہ خدا میں جان گنوالوں تو چین آئے
اقدار زندگی کو بچالوں تو چین آئے

ٹکڑے جگر کے ہوچکے دل داغ داغ ہے
بے نور ہے جو آنکھ تو گھر بے چراغ ہے
خالی گلوں سے آج جو دامان باغ ہے
فصل خزاں کا عرش کے اوپر دماغ ہے
مانند برگ خشک ہوں شاخ شجر پہ میں
پھر بھی چڑھا ہوں بادِ خزاں کی نظر پہ میں

بھائی کا بین سن کے پھٹا جاتا تھا جگر
تکتی تھی وہ حسین کا چہرہ بچشم تر
لاتی تھی جب سخن کوئی اپنی زبان پر
رہ جاتے تھے لب اس کے فقط کانپ کانپ کر
بارالم سے صبر کی چھاتی جو پھٹ گئی
چلّا کے بھائی شاہ سے زینب لپٹ گئی

بولے حسین دیکھ کے زینب کا حال زار
بنت علی ہے خواہر عباس نامدار
خود کو سنبھالو بھائی سے تم کو اگر ہے پیار
دیکھو تمہیں قسم ہے نہ ہو اتنی بے قرار
تم کو سنبھالنا ہے یہ گھر، گھر کے بار کو
زینب ہمارے بعد تمہیں ذمہ دار ہو

آنسو ہمارے واسطے ہر گز نہ تم بہاؤ
بیواؤں کو تسلی دو بچوں کو چپ کراؤ
جاؤ گلے سے جا کے یتیموں کو اب لگاؤ
عباس بن کے خوف کے ماروں کا دل بڑھاؤ
جب تم ملول ہوگی ، رہوگی تمھیں اداس
آفت میں ٹوٹ جائے گی آفت زدوں کی آس

اس دختر رسول کی گودی کی ہو پلی
جو مثل شمع خانۂ حق عمر بھر جلی
عباس کی بہن ہو علی کی ہو لاڈلی
کیوں انتشار تم کو ہے کیوں تم کو بیکلی
ان آنسوؤں کو پونچھ کے ہمت سے کام لو
آواز فاطمہ کو دو حیدر کا نام لو

کرب و بلا کچھ اور ہے کچھ اور رنج وغم
بانی یہ ظلم وجور کے لینے نہ دیں گے دم
آفت ہے گام گام مصیبت قدم قدم
دیکھو تمہارے صبر کا ہو حوصلہ نہ کم
دشوار منزلوں سے گذرنا تمھیں کو ہے
جو کام ہم سے چھوٹا ہے کرنا تمھیں کو ہے

بھوکوں کو اور پیاس کے ماروں کو دیکھنا
بے نور کی نگاہ کے تاروں کو دیکھنا
شعلوں کو اور ان کے شراروں کو دیکھنا
جلنے نہ پائیں ، تم مرے پیاروں کو دیکھنا
سینے پہ میری بچی کو اب تم سلائیو
بالی سکینہ روٹھے تو اس کو منائیو

عاجز ہے جسم زار چلی جارہی ہے جاں
اٹھتا ہے دم بدم دل سوزاں سے اب دھواں
ہم جارہے ہیں رن کو رہے تم کو اس کا دھیاں
محنت تمہارے بھائی کی جائے نہ رائیگاں
اے فاطمہ کی لخت جگر جارہے ہیں ہم
اب تم ہو اور تمہارا یہ گھر جارہے ہیں ہم

ہر قلب سوگوار ہے ، ہر چشم اشکبار
پارے کی طرح غم سے ہر اک دل ہے بیقرار
دلدل پہ ہو رہے ہیں شہ ذی حشم سوار
رخ سے عیاں ہے زینب مضطر کے حال زار
آنکھوں میں نم ہے دل ہے پریشاں جگر ہے داغ
چہرہ ہے جیسے صبح کا بجھتا ہوا چراغ

کر کے سوار لختِ دلِ بوتراب کو
زینب دعائیں پڑھتی ہیں تھامے رکاب کو
تکتی ہے شہ کے پاؤں سے چشمِ پُر آب کو
فضہ کھڑی ہوئی ہے سنبھالے رباب کو
اہلِ حرم کی رنج سے حالت تباہ ہے
سب جانتے ہیں آخری دیدارِ شاہ ہے

سیدانیوں کو دیکھ کے کہنے لگے امام
اے مبتلائے رنج و غم و ظلم ، تشنہ کام
قصہ ذرا سی دیر میں اپنا بھی ہے تمام
سونپا تمہیں خدا کو تمہیں آخری سلام
فضہ پکاری فاتحِ بدر و حنین آؤ
مرنے کو جا رہا ہے تمہارا حسین آؤ

بہرِ وداع لختِ دلِ مرتضیٰ چلے
جبریل پر بچھاتے ہوئے جا بہ جا چلے
ہمراہ دل کے ٹکڑے کے بدرالدجا چلے
کل انبیاء پکارتے واحسرتا چلے
سولہ پہر گذر گئے پانی پیے ہوئے
لیکن ہے موجِ عزم جوانی لیے ہوئے

دُلدل ہوا کے دل کو لبھاتا ہوا چلا
دشت بلا کی خاک اڑاتا ہوا چلا
مغموم تھا سو اشک بہاتا ہوا چلا
محشر خرام چال دکھاتا ہے ہوا چلا
دوڑا جو تیز دشت میں آنکھیں نکال کے
رکھا قدم سنبھل کے اٹھایا سنبھال کے

میداں میں جا کے شہ نے جو دیکھا ادھر ادھر
اہل ستم کے کانپ اٹھے خوف سے جگر
ہاتھوں چھوٹ چھوٹ کے گرنے لگی سپر
اللہ رے یہ ہیبت شبیر کا اثر
ٹھنڈے جنون ہو گئے اور سرد جوش سب
مقتل میں کانپنے لگے ترکش بدوش سب

بولے حسین لخت دل مرتضیٰ ہوں میں
نورِ نگاہ حضرت شمس الضحیٰ ہوں میں
اے اہل کیں سکون دل فاطمہ ہوں میں
ہاں ہاں سوار دوش رسول خدا ہوں میں
میں ہوں علی کا لال جگر گوشہ بتولؑ
سجدے کو طول دیتے تھے میرے لئے رسولؐ

کیوں تم نے کردیا میرے گھر بار کو تباہ
کیوں چپ ہو منھ سے بولو بتاؤ مرا گناہ
نظریں اٹھاؤ مجھ سے ملاؤ ذرا نگاہ
محشر میں کیا دکھاؤ گے منھ مصطفیٰ کو آہ

کیا یہ جواب دوگے شہ مشرقین کو
آئے ہیں قتل کرکے تمہارے حسین کو

کیوں چپ ہو، کیوں خموش ہو، بولو، جواب دو
تم سے سوال کرتا ہوں، مجھ کو، جواب دو
بہر خدا زبان کو کھولو! جواب دو
اپنا برا بھلا ذرا سوچو، جواب دو

یہ رنگ ہے، یہ طور، مسلماں کا یہ سلوک
آل نبی سے صاحب قرآں کا یہ سلوک

ایسے کھڑے ہوئے ہیں ستم گر چہار سو
مجرم ہو جیسے منصف عادل کے روبرو
دیکھا جو شاہ دیں کو مصروف گفتگو
نکلا تڑپ کے ایک بد اختر سیاہ رو

بولا فریب خلد بریں میں نہ آئیو
دولت اگر ہے پاس تو سب کچھ ہے بھائیو

اک ساتھ تیر و نیزہ و خنجر کھڑک اٹھے
غل پڑ گیا پیادوں میں گھوڑے بھڑک اٹھے
آگے بڑھے نقیب ، نگاڑے کڑک اٹھے
کانپے جگر سپاہ کے اور دل دھڑک اٹھے
کچھ بد شعار گھوڑوں کو آگے بڑھا کے آئے
پھر تیر شاہ دیں کی طرف سنسنا کے آئے

گھوڑوں کی بھاگ دوڑ سے زمیں اٹھا غبار
آگے سمٹ کے آنے لگی فوج کی قطار
تلوار کو نکال کے شہ بولے نابکار
اے بے شعور و بے عمل و خوار و بدشعار
دشت وغا میں ابن علی سے وغا کا شوق
آفت میں ڈال دیگا تجھے اس بلا کا شوق

رن میں چلی جو تیغ تو جادو سا چل گیا
برق تپاں سے خرمن اشرار جل گیا
آیا جو بڑھ کے سامنے وہ بد محل گیا
تن بار سر کو پھینک کے آگے نکل گیا
دل کو جگر کی جسم کو جاں کی خبر نہیں
اک دوسرے کو کہتا ہے تو معتبر نہیں

بل کھا کے آئی ڈس کے وہ ناگن نکل گئی
بند غرور توڑ کے پرفن ، نکل گئی
یکسر اتارتی ہوئی گردن نکل گئی
صف سے اجاڑ کرتی ہوئی رن نکل گئی
جب موت بن کے تیغ کے جوہر بکھر گئے
بہر خراج رن میں تن و سر بکھر گئے

تیروں میں جب در آئی تو پر ٹوٹنے لگے
برچھی سے خوں بھرے ہوئے پھل چھوٹنے لگے
نیزے گرہ سے اپنا گلا گھونٹنے لگے
آپس میں لڑ کے سنگ کے سر پھوٹنے لگے
حملے جو پے بہ پے ہوئے اس جوڑ بند کے
تنگ آ کے ہانپنے لگے حلقے کمند کے

تھا اک لعین بضد جو اجل سے ملاپ پر
آ پڑنا چاہتا تھا وہ پیچھے سے آپ پر
پلٹے شہ امم دبے قدموں کی چاپ پر
سر اس کا اڑ کے آ پڑا دلدل کی ٹاپ پر
چشم زدن میں جب سر مغرور کٹ گیا
بے اختیار خاک سے لاشہ لپٹ گیا

اس صف سے آئی آکے گئی اس قطار پر
شہباز جیسے ٹوٹ پڑا ہو شکار پر
برچھی، کبھی کماں، کبھی نیزہ ہے دھار پر
بارش سروں کی ہوتی ہے اک ایک وار پر
ہاتھ ایک پر جو مارا تو خود چار لگ گئے
پل بھر میں جیسے کشتوں کے انبار لگ گئے

چمکی کمر پہ، سینے پہ آئی ، لیا وہ سر
سینہ ہوا شگافتہ ٹکڑے ہوا جگر
باگیں کٹیں ، سوار وہ الٹا زمین پر
تیزی سے ختم ہوگیا رفتار کا سفر
مقتل میں کون کس کو بتائے کہ کیا ہوا
دیکھی ہوئی تھی ضرب نہ حملہ سنا ہوا

در آئی نیزہ بازوں میں ، بھالوں پہ جا پڑی
گذری کماں سے برچھیوں والوں پہ جا پڑی
تیغوں کو روندتی ہوئی ڈھالوں پہ جا پڑی
رزق حرام وحش کے پالوں پہ جا پڑی
مقتل کا جام بھر گیا خون حرام سے
کیا اور کوئی جنگ کرے گا امام سے

دین خدا کے دشمنو ٹھہرو قدم جماؤ
میدان میں نیزہ بازی کے جوہر تو کچھ دکھاؤ
لاؤ قصاص سرخیِ خون صغیر لاؤ
مارا ہے کس طرح مرے عباس کو بتاؤ
تم نے زمیں پہ عرش کا پایہ گرا لیا ہے
تشنہ دہن کو تیغ کا پانی پلایا ہے

ہم نے اٹھائی قاسم گلگوں قبا کی لاش
حر جری کی، جون نبرد آزما کی لاش
انصار کی، عزیز کی اور اقربا کی لاش
یعنی ہر ایک واقف رمز بقا کی لاش
ہم پہ کئی دنوں سے ستم ڈھا رہے ہو تم
اب اپنی لاش لے کے کہاں جا رہے ہو تم

ہر سمت ہے یہ شور کہ بچ کر نکل چلو
ہوگا ڈسا نہ تیغ کا جانبر نکل چلو
تلوار پھینک دو مغفر نکل چلو
ڈھالوں میں سب چھپائے ہوئے سر نکل چلو
آفت کا ہے قتال قیامت کا رن ہے یہ
دشت غم و الم ہے بلاؤں کا بن ہے یہ

بھاگے لعین چیختے مولا اماں اماں
یہ تیغ پھینک دی ، پھینکا وہ بھالا اماں اماں
اے ذی وقار و افضل و اعلیٰ اماں اماں
اے لافتیٰ وسید والا اماں اماں

منھ تک رہے ہیں آپ کا سب راہ بند ہے
ہم پہ تو بھاگنے کی بھی اب راہ بند ہے

آواز آسمان سے آئی حسین بس
اے وارثِ دار فاتح بدروحنین بس
اے فاطمہ کے لختِ دل و نور عین بس
بس اے سوار دوشِ شہ مشرقین بس

اک امتحان اور بھی باقی ہے دھیان دو
فرزند مرتضیٰ کے ہو سجدے میں جان دو

شدت کی دھوپ گرم ہوا ضعف تشنگی
ہنگام جنگ، فوج عدو بھاگتی ہوئی
معراج کربلا میں ہوئی یوں جہاد کی
لبیک کہہ کے شاہ نے تلوار روک لی

یہ ماجرا جو دیکھا کہ روکے ہیں تیغ شاہ
واپس پلٹ کے آئی بھاگی ہوئی سپاہ

چاروں طرف سے گھر گئے آقائے ذی حشم
تعداد بڑھتی جاتی ہے فوجوں کی دم بدم
بانی ظلم و جور ہیں آمادۂ ستم
کھاتے ہیں زخم تیغ و سناں کے شہ امم

دل داغ داغ اور بدن چاک چاک ہے
تر خون سے قبا ہے عمامے پہ خاک ہے

غل ہے پرے جماؤ صفوں کو سنوار لو
نیزے اٹھاؤ تیغ و سناں دھار دار لو
مہلت نہ پائے، جسم سے اب سر اتار لو
انسانیت نواز مسافر کو مار لو

یہ آخری ہے معرکہ اس کو بھی سرکرو
حملہ تمام سمت سے پھر گھیر کر کرو

نیزہ کوئی لگاتا ہے قبلہ کی پشت پہ
سینے پہ مارتا ہے کوئی تیر تاک کر
تشنہ دہن کا سارا بدن ہے لہو سے تر
زخموں سے چور ہے اسد اللہ کا پسر

شکر خدا کے واسطے وا ہیں دہن ہزار
حق دشمنوں میں گھر گیا اک مرد حق شعار

سینے پہ ہیں لگے ہوئے زخم اور جبیں پہ زخم
کعبہ پہ زخم اور کتاب مبیں پہ زخم
بڑھتے ہیں دم بدم بدن شاہ دیں پہ زخم
لگتے ہیں قلب پاک شہ مرسلیں پہ زخم
ڈوبی ہوئی سی نبض ہے دل بھی نڈھال ہے
نازوں سے جو پلا تھا اسی کا یہ حال ہے

نیزے ہیں اردگرد، تو تیغیں ہیں آس پاس
تشنہ دہن کے خوں سے بجھاتے ہیں سنگ پیاس
زلفیں اٹی ہیں گرد میں ، روئے مبیں اداس
لب خشک ،دل ہے داغ ، مگر جمع ہیں حواس
غش کھاتے ہیں کبھی تو کبھی چونک جاتے ہیں
گھوڑے پہ شاہ کون و مکاں ڈگمگاتے ہیں

زہرا پکارتی ہے کہ اے قوم پُر دغا
کیوں قتل میرے لال کو کرتے ہو بے خطا
فرزند مصطفیٰ ہے یہ ، حیدر کا لاڈلا
کیا کچھ تمہارے دل میں نہیں خوف کبریا
دشمن ہو کیوں ریاض نبی کے بہار کے
کیا پاؤ گے غریب مسافر کو مار کے

بیکس ہے تشنہ کام ہے، غربت زدہ ہے یہ
بے مونس و رفیق ہے، بے اقربا ہے یہ
بے جرم و بے قصور ہے یہ بے خطا ہے یہ
گلزار پنجتن میں فقط گل بچا ہے یہ

تلواریں روکو، شق نہ کرو آسمان کو
کیوں پنجتن سے کرتے ہو خالی جہان کو

دل پہ ہجوم غم ہے، پریشان حال ہے
سب جسم سر سے تا بہ قدم خون سے لال ہے
گھوڑے پہ اب مزید سنبھلنا محال ہے
زہرا کے آفتاب پہ وقت زوال ہے

روئے زمیں پہ شہ عرش افتخار آئے
جبریل کہہ کے بیٹھ گئے فرط غم سے ہائے

زہرا نے بڑھ کے گود میں شبیر کو لیا
آئے علی بحال پریشان برہنہ پا
روتے ہیں حال شہ پہ شہنشاہ انبیاء
کرتے ہیں کربلا میں تمام انبیاء بکا

اک کرب و اضطراب میں کوثر کے جام ہیں
صحرا میں سر بسجدہ شہ تشنہ کام ہیں

رکھے ہیں شاہ سجدۂ معبود میں جبیں
سکتہ میں آسمان ہے، سکتہ میں ہے زمیں
تیغ ستم لئے ہوئے آگے بڑھا لعیں
زہرا لپٹ کے شاہ سے چیخی نہیں نہیں

روئے علی رسول کا دل غم سے پھٹ گیا
زہرا کی گود میں سر شبیر کٹ گیا

تا عرش مادر شہ دیں کی بکا گئی
برسا فلک سے خون زمیں تھرتھرا گئی
بدلی غموں کی سارے زمانے پہ چھا گئی
زینب درخیام پہ گھبرا کے آ گئی

دیکھا کہ سر ہے نیزہ پہ بھیا حسین کا
اور خاک پر تڑپتا ہے لاشہ حسین کا

اہل حرم میں ماتم سرور ہوا بپا
جبریل خاک اڑانے لگے رن میں جابجا
واحسرتا کی گونج اٹھی ہر طرف صدا
کرب و بلا میں کرتے ہیں اہل جناں بکا

انوارؔ جانے کتنی فسردہ غریب ہو
اب دیکھو کب سکینہ کو سونا نصیب ہو

☆☆☆☆